ابو ریحان سیالکوٹی

مظہری مغالطے

جب سے ہماری کتاب "سبائی فتنہ" کی جلد اول چھپی ہے تب سے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بالقابہ و آدابہ اپنے ماہنامہ "حق چار یار" میں اس پر تبصرہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ جس کی ربیع الاول ۱۴۱۳ھ کے شمارہ تک سولہ قسطیں آ چکی ہیں۔ ہم نے اس مظہری تبصرہ کا جواب ساتھ ہی ساتھ دینا شروع کر دیا تھا اور وہ ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" ملتان میں شائع ہونا بھی شروع ہو گیا تھا۔ لیکن وہ اندازے سے بہت زیادہ طویل ہو گیا تھا، چنانچہ مظہری تبصرہ کی صرف پہلی قسط کا جواب الجواب فل سکیپ کے ستر صفحات میں اور دوسری قسط کا جواب الجواب اسی سائز کے ساٹھ صفحات میں آیا تھا اور ابھی دسیوں قسطیں آگے پڑی ہوئی تھیں ان کا جواب بھی اگر اسی رفتار سے لکھا جاتا تو قارئین خود ہی اندازہ لگا لیں کہ وہ کتنے صفحات میں سماتا۔ اور ظاہر ہے کہ اتنے طول طویل مضمون کا کوئی بھی ماہنامہ متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے ہم نے یہ سوچ کر اس کی اشاعت روک دی کہ مظہری تبصرہ مکمل ہونے پر ایک مختصر جواب تو "نقیب" میں اور مفصل جواب کتابی شکل میں دیدیا جائے گا۔

ہماری کتاب پر اپنے تبصرہ کی تازہ سولہویں قسط میں جناب قاضی صاحب نے چونکہ یہ اطلاع دی ہے کہ "حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق تو حسبِ ضرورت کافی و شافی بحث ہو چکی۔" جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہاں تک اپنی یہ بحث مکمل کر چکے ہیں اور آگے دوسری بحث شروع کرنے لگے ہیں، اس لیے مظہری تبصرہ ختم ہونے کا انتظار کرنے کی بجائے مناسب معلوم ہوا کہ اس کا جو حصہ مکمل ہو گیا ہے اس کا مختصر جائزہ قارئین کے سامنے پیش کر دیا جائے پھر جوں جوں اگلے حصے مکمل ہوتے رہیں توں توں ان کا جائزہ بھی قارئین کی نذر کیا جاتا رہے۔

تفصیلی جواب الجواب کے لیے تو قارئین کو ہماری کتاب "کشفِ سبائیت" کا ہی انتظار کرنا پڑے گا یہاں اختصار کے پیش نظر ہم صرف ان مغالطوں کی نشاندہی کر رہے ہیں جو قاضی صاحب نے اپنے تبصرہ کی پہلی پندرہ قسطوں میں دئیے ہیں ان میں سے پہلی قسط کا قدرے مفصل جواب چونکہ "نقیب" میں چھپ چکا ہے اس لیے "مظہری مغالطوں" کی گنتی ہم ان کے تبصرہ کی دوسری قسط سے شروع کر رہے ہیں جو ماہنامہ "حق چار یار" بابت ماہ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ میں شائع ہوئی ہے۔

مغالطہ نمبر ۱

قاضی صاحب نے میری کتاب کے مطالعہ سے میرے بارے میں اپنا یہ احساس بیان کیا ہے کہ میں، حضرت معاویہؓ کے بارے میں اس طرح غلو رکھتا ہوں جس طرح شیعہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں

غلو رکھتے ہیں۔ ("حق چار یار" رمضان ۱۴۱۲ھ ص ۱۱)

یہ قاضی صاحب کی خالص مغالطہ دہی اور اپنے دوہرے غلو کو چھپانے کی ناکام کوشش ہے۔ "غلو" کہتے ہیں "تجاوز عن الحد" یعنی حد سے گذر جانے کو۔ اور اجتہادی خطاؤ صواب کی سُنی حدود ہے جس کو ہم نے اپنی کتابچہ کے شروع میں "اجتہادی اصولِ اربعہ" کی صورت میں بیان کیا ہے۔ لہذا اجتہادی خطاؤ صواب کے سلسلے میں اُس حد سے تجاوز "غلو" ہوگا۔ قاضی صاحب مرتے دم تک ثابت نہیں کر سکتے کہ میں نے اپنی کتاب میں اُن سُنی اجتہادی اصولِ اربعہ سے کہیں بال برابر بھی تجاوز کیا ہے۔ جبکہ خود ان کے بارے میں ہم وہیں بدلائلِ قاہرہ ثابت کر آئے ہیں کہ انھوں نے جہاں حضرت معاویہؓ کی طرف خطاً اجتہادی کی نسبت کرنے میں اس حد سے بے حد تجاوز کیا ہے کہ اس کو نافرمانی، نصوص قرآنیہ وحدیثیہ کی خلاف ورزی، اللہ و رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت اور ازروئے نصِ قرآنی درحقیقت بالکل ناجائز وغیرہ وغیرہ تک پہونچا دیا ہے وہاں حضرت علیؓ کی طرف صواب کی نسبت کرنے میں بھی اس سُنی حد سے تجاوز کیا ہے کہ اس کو "عصمت" کے درجہ تک پہونچا دیا بلکہ اس سے بھی بڑھا دیا ہے، (ملاحظہ ہو سبائی فتنہ ص ۶۲ تا ۸۴/ج ۱) قاضی صاحب میں اگر جرأت ہے تو میری کتاب سے کوئی ایک مثال ایسی پیش کریں جس میں میں نے صحابہ کرامؓ میں سے کسی بھی صحابیؓ کی طرف اجتہادی خطاؤ صواب کی نسبت کرنے میں یا سُنی حدود و قیود میں رہتے ہوئے ان کی طرف اس چیز کی نسبت کرنے والوں کے بارے میں ان سُنی حدود سے تجاوز کیا ہو۔ اگر ایسی کوئی مثال ہوتی تو وہ ضرور پیش کرتے۔ لیکن یہاں وہ کوئی مثال پیش کرنے سے یکسر قاصر رہے ہیں۔

مغالطہ نمبر ۲

میرے بارے میں لکھتے ہیں کہ میں حضرت معاویہؓ کی خطاء اجتہادی کے قائل ہونے کو ان کی توہین گردانتا اور اس مسلک کو بیان کرنے والوں کو سبائیت کا طعنہ دیتا ہوں۔ (ایضاً ص ۱۱)

اس بات کو قاضی صاحب نے اپنے تبصرہ میں کئی بار دہرایا ہے۔ حالانکہ ان کی یہ بات صرف مغالطہ دہی ہی نہیں بلکہ مُجھ پر بہت بڑی بہتان تراشی ہے۔ میں نے اپنی ساری کتاب میں کہیں بھی نہ تو حضرت معاویہؓ کی خطاء اجتہادی کے قائل ہونے کو ان کی توہین گردانا ہے اور نہ کہیں اس مسلک کو بیان کرنے والوں کو سبائیت کا طعنہ دیا ہے۔ میرا چیلنج ہے کہ سورج تو مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوسکتا ہے لیکن قاضی صاحب، قیامت کی صبح تک میری کتاب کے ایسے کسی ایک مقام کی بھی نشاندہی نہیں کر سکتے اور ہرگز ہرگز نہیں کر سکتے کہ جہاں میں نے خطاء اجتہادی کو حضرت معاویہؓ کی توہین گردانا ہو اور اس مسلک کو بیان کرنے والوں کو سبائیت کا طعنہ دیا ہو۔ ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین۔ قاضی صاحب اپنی اس بہتان تراشی کا میری اس کتاب سے کوئی ثبوت پیش کریں ورنہ مجھے "سبحانک ھذا بہتان عظیم" کہنے میں حق بجانب سمجھیں۔

ہاں میں نے حضرت معاویہؓ کی خطاً اجتہادی سے متعلق قاضی صاحب کے توہین آمیز لب و لہجہ، گستاخانہ اندازِ

بان اور خالص سبائیانہ طرزِ استدلال کو حضرت معاویہؓ کی توہین اور سبائیت کی ترجمانی کہا ہے اور اس پر میں اب بھی قائم ہوں۔ اور جب تک قاضی صاحب کی یہ توہین آمیز اور سبائیانہ تعبیریں موجود رہیں گی میں ان تعبیریں کو یہی کچھ کہتا رہونگا۔

مغالطہ نمبر ۳

میں نے اپنی کتاب میں مصنف کی حیثیت سے اپنا تعارف اپنی کنیت یعنی اپنے نسبتی نام "ابوریحان" سے کرایا تھا۔ اس پر قاضی صاحب نے مجھے شیعوں کے تقیہ کا طعنہ دیتے ہوئے لکھا کہ "کہیں ابوریحان، تقیہ کی چادر تو اوڑھے ہوئے نہیں۔" (ایضاً ص ۱۴)۔

میرے بارے میں قاضی صاحب اپنی یہ بات اپنے تبصرہ کی پہلی قسط میں بھی لکھ آئے ہیں اور میں بھی اس کا مفصل و مدلل جواب ماہنامہ "نقیب ختمِ نبوت" بابت ماہ شوال ۱۴۱۲ھ میں دے چکا ہوں۔ وہاں میں بتا آیا ہوں کہ اپنی یہ کتاب قاضی صاحب کو میں نے بذاتِ خود بھیجی تھی اور اپنے پورے نام اور مکمل پتہ کے ساتھ بھیجی تھی، قاضی صاحب کے لیے میرے نام و پتہ میں کوئی ابہام نہ رہا تھا اس کے باوجود ان کا مجھے یہ طعنہ دینا سوائے مغالطہ دہی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

یہاں ہم اس مفصل جواب کا اعادہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ اس سے زائد صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ کنیت کا استعمال کرنا، قاضی صاحب کے بقول اگر تقیہ کی چادر اوڑھنے کے مترادف ہے تو اس کا استعمال تو اللہ و رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ و دیگر ائمہ عظام نے کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ابولہب کا ذکر اس کی کنیت سے کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فضائل و مناقب ان کی کنیت سے ہی بیان کئے ہیں حضرت ابوذر غفاریؓ کا ذکر ان کی کنیت سے ہی کیا ہے۔ حضرت علیؓ کی کنیت۔۔۔۔ ابوتراب۔۔۔۔ اور حضرت ابوہریرہؓ کی کنیت۔۔۔۔ ابوہریرہؓ۔۔۔۔ تو صادر ہی آنحضرت ﷺ کی مبارک زبان فیض نشان سے ہوئی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں بیسیوں صحابہؓ ایسے ہیں کہ ان کی جان پہچان ہی ان کی کنیت ہے، ان کا اصل نام جاننے کے لیے عوام تو رہے ایک طرف بعض دفعہ خواص تک کو بھی کتابوں کی ورق گردانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسے حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور صحابہؓ کے علاوہ دیگر آئمہ ہدیٰ میں سے ایسے حضرات کی فہرست تو بہت ہی طویل ہے جو اپنی کنیت سے ہی جانے پہچانے جاتے ہیں۔ مثلاً فقہاء میں سے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف وغیرہ ہما، علماء عقائد میں سے امام ابوالحسن اشعری اور امام ابومنصور ماتریدی وغیرہ، محدثین میں سے امام ابوداؤد اور امام ابوعیسیٰ ترمذی وغیرہ اور ہمارے دور کے مولانا ابوالکلام اور علامہ ابوالوفا افغانی وغیرہما رحمہم اللہ

قاضی صاحب ہی فرما دیں کہ کیا یہ سب حضرات بھی شیعوں کے تقیہ کی چادر اوڑھے ہوئے تھے جو اپنے

خاندانی ناموں کی بجائے اپنے نسبتی ناموں یعنی کنیتوں کا ذکر کرتے اور پہچانے جاتے رہے تھے؟ کیا آپ کے نزدیک (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے بھی تقیہ کی چادر اوڑھی ہوئی تھی جو ابولہب کو اس کی کنیت سے ذکر کیا؟ کیا آنحضرت ﷺ بھی (العیاذ باللہ) تقیہ کی چادر اوڑھے ہوئے تھے جو صحابہؓ کا ان کی کنیتوں سے ذکر کرتے رہے؟ قاضی صاحب ذرا خیال تو فرماویں کہ وہ، ابوریحان کی ضد میں کہاں کہاں پہونچ رہے ہیں۔۔۔۔ لایجرمنکم شنان قوم علی ان لاتعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔

مغالطہ نمبر ۴

قاضی صاحب نے اپنا وہ خواب دُہرایا ہے جس میں ان کو چوتھے حج کے موقع پر منیٰ میں حضرت معاویہؓ کی زیارت نصیب ہوئی تھی۔ بقول ان کے حضرت معاویہؓ نے ان سے معانقہ فرمایا، اس کے بعد قاضی صاحب نے عرض کی کہ "حضرت! بندہ نے کتاب "خارجی فتنہ" لکھی ہے اگر اس میں آپ کے متعلق کوئی تنقیص و توہین پائی جاتی ہے تو معاف فرما دیں۔" اس کے بعد ان کی آنکھ کھل گئی اور ان کی معافی کی درخواست پر بقول ان کے حضرت معاویہؓ کے نورانی چہرے پر کوئی ملال ظاہر نہیں ہوا بلکہ حسبِ سابق شفقت کی نگاہ تھی۔ (ایضاً ص ۱۵)

اس سے قاضی صاحب نے یہ سمجھ لیا ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کے خلاف جو کچھ جس انداز سے لکھا ہے وہ سب کچھ بالکل ٹھیک ہے۔ اس میں ان کی نہ کوئی توہین پائی جاتی ہے نہ تنقیص۔ حالانکہ اس خواب سے تو حضرت معاویہؓ کے حِلم و حوصلہ کی تائید ہوتی ہے اس بات کی حوصلہ افزائی ہرگز ہرگز نہیں ہوتی کہ ان کے خلاف قاضی صاحب کے قلم سے ایسے الفاظ نہیں نکلے جن سے حضرت معاویہؓ کی توہین ٹپکتی ہے۔ ان کا معافی مانگنا بجائے خود ایک قرینہ ہے اس بات کا کہ کچھ خلش تو ان کو بھی ضرور تھی۔ ورنہ اس وقت تک تو ان کی کتاب پر شاید کسی نے اعتراض بھی نہیں کیا تھا بلکہ تعریفیں اور تائیدیں ہی ہو رہی تھیں۔ کیونکہ کتاب "خارجی فتنہ" ۱۴۰۲ھ کے آخر میں یا ۱۴۰۳ھ کے شروع میں چھپی ہے جبکہ حضرت معاویہؓ کی خدمت میں قاضی صاحب اپنی معافی کی یہ درخواست ۹، ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ کو پیش کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ابھی تک جب کسی طرف سے اس کی توہین آمیز تعبیرات اور تنقیصانہ طرزِ استدلال کی نشاندہی ہوئی ہی نہیں تھی تو قاضی صاحب میں معافی کی یہ درخواست پیش کرنے کا داعیہ آخر کیوں اور کیسے پیدا ہوا؟

پھر قاضی صاحب نے تو حضرت معاویہؓ کو باغی، خاطی، جائر، قرآن و حدیث کی مخالفت اور اللہ و رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کا مرتکب وغیرہ وغیرہ ان کی وفات کے صدیوں بعد کہا اور لکھا تھا اور پھر ان سے ان کا آمنا سامنا بھی خواب میں ہوا تھا اور پیش بھی قاضی صاحب ان کی خدمت میں معافی کی درخواست کر رہے تھے ایسے میں حضرت معاویہؓ جیسا حلم و حوصلہ کا پہاڑ خندہ روئی اور بردباری کا مظاہرہ کیوں نہ کرتا جبکہ وہ تو اس وقت بھی اپنے نورانی چہرہ پر ملال ظاہر نہ ہونے دیا کرتے تھے بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر کشادہ روئی و فراخدلی اور عفو و درگذر کا

مظاہرہ کیا کرتے تھے جب ان کی زندگی میں ان کے منہ پر کوئی ان کو بُرا بھلا کہتا تھا اور ایسے لوگوں کے ساتھ حضرت معاویہؓ کے اس سلوک سے دنیا نے ہمیشہ ان کے حِلم و حوصلہ کی عظمت ہی سمجھی، بُرا بھلا کہنے والوں کی ان باتوں کی صحت نہیں سمجھی۔ اس لیے قاضی صاحب کے ساتھ جو انہوں نے مشفقانہ سلوک کیا اس سے ان کے حِلم و حوصلہ کی تائید تو ہوتی ہے، قاضی صاحب نے ان کے خلاف جو کچھ جس انداز سے لکھا ہے اس کی صحت کی تائید ہرگز نہیں ہوتی۔

ہاں! حضرت معاویہ کا ملول نہ ہونا اور معافی کی درخواست پر حسبِ سابق شفقت کی نگاہ رکھنا اس بات کی توقع دلاتا ہے کہ ان کے خلاف قاضی صاحب کی اس خامہ فرسائی پر شاید مواخذہ نہ ہو کہ صاحبِ حق نے جب معاف کر دیا تو حق تعالیٰ بھی امید ہے کہ معاف فرما دیں گے۔ لیکن اس کو توہین و تنقیصِ معاویہؓ سے اپنے اندازِ بیان اور طرزِ استدلال کی پاکی کی تائید بنانا قاضی صاحب کی بھول یا فن کاری ہے۔

مغالطہ نمبر ۵

میں نے بتایا تھا کہ مشاجراتِ صحابہؓ میں اہل سنت کا قوی ترین، راجح ترین اور مقبول ترین مذہب امساک و توقف ہے۔ اور اس کی تائید میں جہاں اکابر اہل السنۃ کی تصریحات ذکر کی تھیں وہاں پانچ نبوی احادیث بھی ذکر کی تھیں، قاضی صاحب اپنے خیال کے مطابق ان کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جب آپ کے نزدیک آنحضرت ﷺ نے مشاجرات صحابہؓ کا ذکر کرنے سے بالکل روک دیا ہے تو پھر آپ نے مشاجرات صحابہ کی بحث میں سبائی فتنہ حصہ اوّل جیسی ۵۶۸ صفحات پر مشتمل کتاب کیوں لکھی ہے۔ کیا آپ نے رسول خدا ﷺ کی کھلم کھلا نافرمائی نہیں کی۔" (ایضاً ص ۱۸)

حالانکہ یہ کوئی جواب نہیں محض دفع الوقتی اور اپنے قارئین کو بہلانے اور مغالطہ دینے کی ایک ناکام کوشش ہے۔ اس لیے کہ میرے نزدیک آنحضرت ﷺ نے مشاجراتِ صحابہؓ کے ذکر سے منع فرمایا ہے، صحابہؓ کا دفاع کرنے اور بسلسلۂ مشاجرات غلطی کرنے والوں کی غلطی پر تنبیہ کرنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کا تو حکم دیا ہے، اور مشاجرات کو ذکر کرنے سے بھی جو منع فرمایا ہے تو صرف اُس ذکر سے منع فرمایا ہے جو "محاکمانہ" ہو اُس ذکر سے منع نہیں فرمایا جو "مدافعانہ" ہو۔ اس کی تصریح و تشریح میں اپنی کتاب میں کر چکا ہوں۔ دیکھو "سبائی فتنہ" حصہ اوّل ص ۵۶۲۔ اور میں نے اپنی کتاب میں صحابہؓ کا اصولی دفاع کیا ہے، بسلسلۂ مشاجرات قاضی صاحب کی غلط روش پر تنبیہ کی ہے، ان کے مشاجرات کا وہ ذکر قطعاً نہیں کیا جس سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے بلکہ یہ ذکر اگر ہے تو خود قاضی صاحب نے اپنی کتاب "خارجی فتنہ" میں کیا ہے انھوں نے ہی صحابہؓ کے مشاجراتی فریقوں میں محاکمہ و موازنہ کیا ہے، ایک فریق کو افراط کی حد تک بڑھایا چڑھایا اور دوسرے فریق کو تفریط کی حد تک گرایا گھٹایا ہے۔ جی ہاں انھوں نے ہی حضرات حکمین اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گناہ، یقیناً سخت نافرمانی، قرآن و حدیث کی

مخالفت اور اللہ و رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کا مرتکب گردانا ہے۔ ان کو باغی و خاطی اور جائر بنایا اور لکھا ہے، ان کے اجتہادی موقف کو بطور اصل حکم ازروئے نص قرآن درحقیقت بالکل ناجائز کہا اور ہزارہا مسلمانوں کے خون کا ان کو اور دیگر تمام اصحابؓ جمل و صفین کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔

میری طرف سے مشاجرات صحابہؓ کا یہ ممنوع ذکر تب ہوتا جبکہ میں نے بھی قاضی صاحب کے جواب میں ان کی طرح صحابہؓ میں محاکمہ و موازنہ کر کے ان کو مطعون کیا ہوتا۔ کسی کو صحیح کسی کو غلط بنایا ہوتا۔ کسی کو حق پر اور کسی کو ناحق پر بنایا ہوتا یا ان میں سے کسی کو قاضی صاحب کی طرح گناہ و معصیت کا مرتکب ٹھہرایا ہوتا۔ حالانکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ میں نے کسی بھی صحابی کو یہ کچھ نہ بنایا ہے نا بتایا ہے بلکہ قاضی صاحب کے اس محاکمانہ ذکر مشاجرات کے جواب میں مشاجرات سے متعلق اصول اہل السنۃ اور قواعدِ اجتہاد کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے مظہری الزامات سے صحابہؓ کی برات بیان کی ہے۔ مظہری قلم کی سبائیانہ شوخیوں پر قدغن لگائی ہے۔ صحابہؓ کے خلاف اسکی جارحانہ جولانیوں کا اصول و قواعد کے خلاف ہونا دلائل سے ثابت کیا ہے۔ یہ صحابہؓ کرام کا اصولی دفاع یا ان کے مشاجرات کا مدافعانہ ذکر ہے جس کا آنحضرت ﷺ نے حکم دیا ہے ان کے مشاجرات کا وہ محاکمانہ ذکر نہیں جو قاضی صاحب نے کیا ہے۔ اور جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اس لیے اس معاملہ میں رسولِ خدا ﷺ کی کھلم کھلا نافرمانی اگر کی ہے تو خود قاضی صاحب نے کی ہے، میں نے ہرگز نہیں کی نہ کھلم کھلا نہ چھپ چھپا کر۔

قاضی صاحب یہ نہیں فرماسکتے کہ میں نے بھی سندیلوی صاحب کے جواب میں صحابہؓ کا دفاع ہی کیا ہے اس لیے کہ سندیلوی صاحب نے حضرت معاویہؓ اور حضرات حکمینؓ پر کوئی طعن نہ کیا تھا، کوئی الزام نہ لگایا تھا کہ قاضی صاحب نے جواباً اس طعن و الزام سے ان کی براءت بیان کی ہو بلکہ انہوں نے تو ان کے اجتہادی موقف کو بھی صحیح بتلایا تھا قاضی صاحب نے جواباً اس کو غلط ثابت کرنے پر اپنا ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیا۔

ان کو باغی و خاطی اور جائر بنانے نیز گناہ اور یقیناً سخت نافرمانی وغیرہ وغیرہ کا مرتکب ٹھہرانے میں اپنی ساری توانائی صرف کر ڈالی۔ ظاہر ہے کہ یہ صحابہؓ پر طعن و تشنیع اور ان کی توہین و تنقیص ہے ان کا دفاع ہرگز نہیں۔

باقی رہی حضرت علیؓ کی خلافت کو مجروح کرنے میں قاضی صاحب کے بقول میری وہ چابکدستی جس کا قصہ انہوں نے اپنے تبصرہ کی سولھویں قسط سے چھیڑا ہے؟ تو اس پر وہ قصہ مکمل ہونے کے بعد ہی کچھ عرض کیا جاسکے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

مغالطہ نمبر ۶

اسی سلسلے میں مزید لکھتے ہیں۔

"یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ آنحضرت ﷺ کی ان احادیث سے مطلقاً مشاجرات ذکر کرنے کی مخالفت فرمائی ہے۔

نہیں فرمایا کہ فلاں ضرورت کے تحت میرے صحابہؓ کے مشاجرات کا ذکر کر سکتے ہو۔" (ایضاً ص ۱۸)

یہاں تو قاضی صاحب نے اپنے قارئین کو ہی نہیں بلکہ اپنے ضمیر کو بھی مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے وہ خود اپنی متعدد عبارتوں میں "ذکرِ مشاجرات" کو "ضرورت و بلاضرورت" کی قید سے مقید کر آئے ہیں۔ جن میں سے چند عبارتیں ہم بھی سبائی فتنہ (حصہ اوّل ص ۳۳۸، ۳۳۹) میں نقل کر آئے ہیں۔ وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان احادیث کا مفاد مطلقاً ذکرِ مشاجرات سے منع کرنا نہیں بلکہ صرف ایسے ذکر سے منع کرنا ہے جو اصولِ اہل السنۃ اور قواعدِ اجتہاد کے خلاف ہو۔ صحابہؓ کی توہین و تنقیص کا غماز ہو، ان کی کسرِ شان کا سبب اور ان سے بدظنی کا باعث ہو، (ان کی ایسی عبارتیں ہم اپنی کتاب میں نقل کر آئے ہیں) اس کے باوجود انہوں نے یہاں ان احادیث کا یہ من گھڑت مفاد کیوں بیان کیا؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ لگانے کو تو انہوں نے رسولِ خدا ﷺ کی کھلم کھلا نافرمانی کا الزام مجھ پر لگا دیا لیکن اس سے کوئی اور تو کیا مطمئن ہوتا شاید خود ان کا اپنا ضمیر بھی مطمئن نہ ہوا تھا۔ کیونکہ اس کو وہ خوب اچھی طرح سمجھتے تھے کہ میں نے اوّل تو صحابہؓ کا اصولی دفاع کیا ہے ان کے مشاجرات کا ذکر نہیں کیا اور اگر اسی کو مشاجرات کا ذکر ہی فرض کر لیا جائے تو تب بھی وہ محض مدافعانہ ہے نہ کہ محاکمانہ اور وہ یہ بھی بخوبی جانتے تھے کہ ان احادیث میں مخالفت، محاکمانہ ذکر کی ہے نہ کہ مدافعانہ کی بھی اس لیے میں اس معاملہ میں رسولِ خدا ﷺ کی کھلم کھلا تو درکنار چھپ چھپا نافرمانی کا بھی ملزم نہ ٹھہرتا تھا لیکن قاضی صاحب چونکہ بہرصورت مجھے اس کا ملزم بنانا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے حقیقت کے ہی نہیں، اپنے سابقہ فیصلے کے ہی نہیں بلکہ اپنے ضمیر کی آواز کے بھی خلاف ان احادیث سے مطلقاً ذکرِ مشاجرات کی ممانعت کشید کر ڈالی۔ تاکہ اس طرح وہ، مجھے، رسولِ خدا ﷺ کی کھلم کھلا نافرمانی کا ملزم ٹھہرانے میں اپنے ضمیر کو مطمئن کر سکیں۔ لیکن یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا ضمیر ان کی اس کشید سے بھی مطمئن ہوا ہو گا۔ کیونکہ ایک تو یہ ان کی اپنی تصریحات کے خلاف ہے اور دوم اس لیے کہ اس کے مطابق ان احادیث کا مطلب تو یہ بنتا ہے کہ صحابہؓ کے خلاف ان کے مشاجرات کے حوالہ سے جو کوئی جو کچھ بھی کہتا پھرے سننے والے بالکل خاموش تماشائی بنے یہ سب کچھ سُنتے اور سہتے رہیں۔ صحابہؓ کے دفاع میں اپنی زبان تک بھی نہ کھولیں، نوکِ قلم تک کو بھی حرکت نہ دیں۔ اور یہ وہ مطلب ہے جس کا قائل تو کوئی عام سُنّی بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ جناب قاضی صاحب جیسے اُس وکیل اور امامِ اہل السنۃ کا ضمیر؟ جس کی ساری زندگی کا عمل اور مشن اس مطلب کی نفی کرتا ہو؟ اس لیے قاضی صاحب کی یہ کشید بھی طفل تسلی اور مغالطہ دہی سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔

آگے مظہری تبصرہ کی تیسری قسط شروع ہوتی ہے جو شوّال ۱۴۱۲ھ مطابق اپریل ۱۹۹۲ء کے "حق چار یار" میں شائع ہوئی ہے۔ اب حوالے اسی شمارہ کے ہوں گے۔

مغالطہ نمبر ۷

مشاجراتِ صحابہؓ سے متعلق اہل السنۃ کا ایک مذہب "توقف" بھی ہے۔ قاضی صاحب نے اس کو کمزور ترین قرار دیا تھا اور اس پر دلیل یہ دی تھی کہ یہ تردّد واشتباہ والا مسلک ہے۔ میں نے ان کی اس دلیل پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا تھا کہ تردّد واشتباہ تو صرف اہلِ توقف صحابہؓ کو ہی نہ تھا بلکہ دیگر مشاجراتی صحابہؓ کو بھی تھا۔ اس سے اگر کوئی موقف، کمزور ترین بنتا ہے تو پھر سبھی مشاجراتی مواقف کمزور ترین قرار پانے چاہئیں نہ کہ صرف "موقفِ توقف" ہی۔ میں نے اس سلسلے میں امام نووی رحمہ اللہ کی عبارت "فکانت لکل طائفة شبهة" پیش کر کے اس سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ "شبہ ہر جماعت کو تھا" اس پر قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ ابوریحان کا

"یہ نتیجہ نکالنا بالکل بے اصل ہے کیونکہ امام نووی رحمہ اللہ کی عبارت---- کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر گروہ کو اپنے بارے میں شبہ تھا کہ انکا موقف صحیح ہے یا نہیں۔ بلکہ یہ شبہ ان کو دوسرے حضرات کے بارے میں تھا یعنی وہ یہ سمجھتے تھے کہ فریق مخالف کا موقف صحیح نہیں ہے۔ (ایضاً ص ۳۱)

حالانکہ امام نووی رحمہ اللہ کی اس عبارت کا یہ نتیجہ میں نے کہیں بھی نہیں نکالا کہ "ہر گروہ کو شبہ اپنے بارے میں تھا۔" بلکہ میں نے تو صرف یہ نتیجہ نکالا تھا کہ "شبہ ہر جماعت کو تھا۔" باقی رہی اس سے آگے یہ بات کہ ہر گروہ کو شبہ کس کے بارے میں تھا، اپنے بارے میں یا دوسرے کے بارے میں؟ تو اس بات کو سرے سے میں نے ہاتھ ہی نہیں لگایا تھا اور نہ مجھے اس کی کوئی ضرورت ہی تھی کیونکہ میرا مقصد تو صرف یہ بتانا تھا کہ شبہ اگر تھا تو صرف اہل توقف کو ہی نہ تھا بلکہ سبھی کو تھا۔ قاضی صاحب، اہل توقف کو شبہ ہونا تو پہلے سے مانتے تھے اب انہوں نے دوسرے دونوں گروہوں کو بھی شبہ لاحق ہونا مان لیا۔ اور شبہ ہونا ان کے نزدیک موقف کے کمزور ترین ہونے کی دلیل ہے تو قاضی صاحب کے طرزِ استدلال کا تقاضا یہ ہے کہ صرف موقفِ توقف ہی نہیں بلکہ سبھی مواقف کمزور ترین قرار پائیں۔ اب یا تو قاضی صاحب سبھی مواقف کو کمزور ترین کہیں یا پھر موقفِ توقف کو بھی محض شبہ کی وجہ سے کمزور ترین نہ کہیں؟ قاضی صاحب فرما دیں کہ اب وہ اہلِ توقف صحابہؓ کے خلاف اپنے غلط استدلال سے دستبردار ہوتے ہیں یا مشاجراتی دیگر مواقف کو بھی کمزور ترین ماننے پر تیار ہوتے ہیں۔

باقی رہی قاضی صاحب کی یہ تفریق کہ مدِ مقابل دونوں گروہوں کو شبہ اپنے بارے میں نہ تھا بلکہ ہر ایک کو دوسرے کے بارے میں تھا؟ تو اس کی حیثیت مغالطہ انگیزی سے زیادہ کچھ نہیں۔ کیونکہ اہلِ توقف کو بھی شبہ اپنے موقف کے صحیح ہونے میں نہ تھا بلکہ دوسروں کے بارے میں ہی تھا۔ بلکہ حافظ ابن تیمیہ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ مشاجراتی گروہوں میں سے اپنے موقف پر نصوص اگر تھیں تو صرف اہل توقف کے پاس تھیں دوسرے دونوں گروہوں کے پاس کوئی نص نہ تھی محض اپنی اپنی رائے تھی (واما قتال الجمل و صفین فلم یروا حد منهم فیه نصاً الاالقاعدون فانهم رووا الا حادیث فی ترک القتال فی الفتنته (منهاج السنته ص ۱۵۶/ج۳)

پھر قاضی صاحب کی یہ بات بھی علی الاطلاق صحیح نہیں کہ "مدمقابل دونوں گروہوں کو اپنے بارے میں شبہ نہ تھا بلکہ ہر ایک کو دوسرے کے بارے میں تھا۔" کیونکہ وہ تومان رہے ہیں کہ ہر فریق یہ سمجھتا تھا کہ دوسرے فریق کا موقف صحیح نہیں۔ اور یہ صحیح نہ سمجھنا، قاضی صاحب ہی کہہ رہے ہیں کہ "شبہ" تھا۔ تو اس کے مقابل اس فریق کا اپنے موقف کو صحیح سمجھنا بھی تو ظاہر ہے "شبہ" ہی ہوگا۔ اس کی تفصیل تو ہم انشاء اللہ "کشفِ سبائیت" میں ہی بیان کریں گے یہاں صرف اتنا عرض کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں کہ قاضی صاحب یہاں امام نووی رحمہ اللہ کی جس عبارت کا یہ مطلب بیان کر رہے ہیں اس سے بالکل متصل خود انہوں نے ہی ان کی یہ عبارت بھی نقل کی ہے کہ "فاعتقدت تصويب انفسها بسببها" جس کا ترجمہ بھی خود انہوں نے ہی یہ کیا ہے کہ "ان میں سے ہر گروہ کو ایک شبہ لاحق تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو صواب پر ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔" (ایضاً ص ۳۱) اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت معاویہؓ بھی اپنے آپ کو صواب پر سمجھتے تھے۔ اب قاضی صاحب ہی بتلائیں کہ ان کا اپنے آپ کو صواب پر اعتقاد کرنا حقیقت پر مبنی تھا یا شبہ پر؟ اگر حقیقت پر مبنی تھا تو پھر آپ حقیقت کے برخلاف ان کو خاطی، باغی اور جائر وغیرہ وغیرہ بنانے اور منوانے پر کیوں اور کس بنیاد پر مُصر اور تُلے ہوئے ہیں؟ اور اگر شبہ پر مبنی تھا تو یہ شبہ ان کو اپنے بارے میں ہوا یا دوسرے کے بارے میں؟ اس طرح حضرت علیؓ کا اپنے موقف کے بارے میں جو یہ فرمان ہم بحوالہ اپنی کتاب میں نقل کر آئے ہیں کہ "فالله اعلم اصبنا ام اخطأنا" تو قاضی صاحب ہی بتلائیں کہ یہ انھوں نے اپنے بارے میں فرمایا تھا یا دوسروں کے بارے میں؟

مغالطہ نمبر ۸

امام نووی رحمہ اللہ نے پہلے اجمالاً یہ بتایا ہے کہ "ہر گروہ کو ایک شبہ لاحق تھا۔" پھر ہر گروہ کے اس شبہ کی تفصیل بیان کی ہے۔ اسی سلسلے میں انہوں نے، باہم قتال کرنے والے دونوں گروہوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ان میں سے ہر گروہ اپنے آپ کو برحق اور مدمقابل فریق کو باغی سمجھتا تھا۔ یہ ان حضرات کے شبہ کی ہی تفصیل تھی لیکن قاضی صاحب پتہ نہیں اس کو کیا سمجھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"فرمائیے! امام نووی رحمہ اللہ تو تصریح [1] فرما رہے ہیں کہ ان دونوں گروہوں میں سے جنہوں نے باہمی قتال کیا ہر ایک اپنے اجتہاد کو برحق سمجھتا تھا اس بنا پر وہ دوسرے فریق کو باغی قرار دے کر ان سے لڑنا ضروری سمجھتا تھا۔ لیکن ابوریحان صاحب اس کے برعکس امام نووی رحمہ اللہ پر بھی یہ الزام تراشی کر رہے ہیں کہ ان کے نزدیک

۱- لیکن قاضی صاحب کو کون سمجھائے کہ یہ تصریح ان دونوں گروہوں کے شبہ کی ہی تصریح اور اس عبارت سے پہلی اجمالی عبارت "فكانت لكل طائفة شبهة" کی ہی تشریح ہے۔ ورنہ قاضی صاحب ہی بتلائیں کہ مثلاً حضرت معاویہ علیہ السلام کا اپنے کو برحق سمجھنا اور حضرت علی علیہ السلام کو باغی قرار دیکر اُن سے لڑنا کیا ہے۔ گی؟

کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی

بھی ان دونوں گروہوں میں سے ہر گروہ شبہ اور تردّد میں تھا۔ انا لله وانا الیه راجعون۔" (ایضاً ص ۳۲)

یہ بھی قاضی صاحب کی میرے بارے میں صرف مغالطہ دہی ہی نہیں بلکہ مجھ پر سنگین بہتان تراشی بھی ہے۔ کیونکہ میں نے کہیں بھی امام نووی رحمہ اللہ پر یہ الزام تراشی نہیں کی کہ "ان کے نزدیک بھی ان دونوں گروہوں میں سے ہر گروہ شبہ اور تردّد میں تھا۔" بلکہ میں نے نووان کی عبارت "فكانت لكل طائفة شبهة" کے حوالہ سے صرف یہ لکھا تھا کہ "دیکھئے امام نووی رحمہ اللہ بالتصریح فرما رہے ہیں کہ شبہ ہر جماعت کو تھا۔" اور بس اور یہ ان پر الزام تراشی نہیں بلکہ ان کی عبارت کی عین ترجمانی ہے۔ کیونکہ الزام تراشی یہ ہوتی ہے کہ جو بات کسی نے کی ہی نہ ہو وہ اس کے ذمہ لگا دی جائے۔ میں نے یہاں ایسا نہ کیا تھا بلکہ امام نووی رحمہ اللہ کی طرف بعینہٖ وہی بات منسوب کی تھی جو انہوں نے کہی تھی۔ اور اس پر کسی اور کی نہیں بلکہ خود قاضی صاحب کی ہی شہادت موجود ہے۔ انہوں نے بھی امام نووی رحمہ اللہ کی یہی عبارت پہلے اپنی کتاب میں اور اب اپنے تبصرہ کی اسی قسط میں نقل کر کے اسکا ترجمہ یوں کیا ہے کہ "ہر گروہ کو ایک شبہ لاحق تھا۔" قارئین، قاضی صاحب کے اس ترجمہ کو اور میری اس ترجمانی کو کہ "شبہ ہر جماعت کو تھا۔" ملا کر خود فیصلہ کرلیں کہ ان دونوں میں کتنا فاصلہ ہے؟ اور یہ کہ میری ترجمانی اگر امام نووی رحمہ اللہ پر الزام تراشی ہے تو کیا مجھ سے پہلے خود قاضی صاحب ہی یہ الزام تراشی ان پر نہیں کر چکے؟

الغرض جس بات کو قاضی صاحب یہاں امام نووی رحمہ اللہ پر میری الزام تراشی بنا رہے ہیں وہ بات میں نے ان کے بارے میں کہی نہیں اور جو بات میں نے ان کے حوالہ سے کہی ہے وہ ان پر الزام تراشی نہیں۔ قاضی صاحب میں اگر دم خم ہے تو میری وہ عبارت پیش کریں۔ جس میں میں نے امام نووی رحمہ اللہ پر یہ الزام تراشی کی ہے۔

رہی امام نووی رحمہ اللہ کی وہ عبارت جس کو لے کر قاضی صاحب مجھے ان پر الزام تراشی کا مرتکب بنا رہے ہیں، جس میں انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ "باہم قتال کرنے والے دونوں گروہوں میں سے ہر گروہ اپنے اجتہاد کو برحق اور دوسرے فریق کو باغی سمجھتا تھا۔" تو یہ ان کی اُس عبارت کے مخالف و معارض نہیں جس سے میں نے استشہاد کیا تھا جس میں انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ "ہر گروہ کو ایک شبہ لاحق تھا۔" بلکہ ان دونوں عبارتوں میں ایک ہی بات بیان ہوئی ہے، دونوں میں تعارض و تخالف کا نہیں بلکہ اجمال و تفصیل کا تعلق ہے۔ ابوریحان کی پیش کردہ نووی رحمہ اللہ عبارت "فكانت لكل طائفة شبهة" اگر مشاجراتی شبہ کا اجمال ہے تو اس سے اگلی ان کی وہ ساری عبارت جس کو قاضی صاحب یہاں میرے خلاف استعمال کر رہے ہیں، اسی اجمال کی تفصیل ہے۔ زیرِ بحث دونوں گروہوں سے متعلق ان کی جو تصریح یہاں قاضی صاحب نے نقل کی ہے اس میں انہوں نے ان دونوں گروہوں کا اجتہادی شبہ ہی بیان کیا ہے۔ اپنی پہلی اجمالی عبارت سے ہٹ کر کوئی اور بات بیان نہیں کی۔ امام نووی رحمہ اللہ کی ان دونوں اجمالی اور تفصیلی عبارتوں میں اگر قاضی صاحب تضاد و تعارض سمجھتے ہیں تو یہ ان کی کج فہمی ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ اگر اللہ کو منظور ہوا تو قارئین "کشفِ سبائیت" میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرماویں گے۔

باقی